ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ایم اے، پی ایچ ڈی

شیخ جمال الدین لاہوری

عہدِ اکبری میں شہر لاہور نے جمالِ فضل و کمال اور علمائے دین کی بہت بڑی تعداد پیدا کی، اس میں مولانا جمال الدین محمد لاہوری بھی تھے۔ قدیم لاہور کا ایک محلہ تھا جسے "تلہ" کہتے تھے، مولانا جمال نے اسی محلہ میں نشو و نما پائی اور وہیں زندگی کے ابتدائی مراحل طے کیے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر کتب تذکرہ و تاریخ میں آپ کا "جمال تلہ" یا جمال تلوی کے نام سے ذکر ہوا ہے۔ بختاور خاں کی مرآۃ العالم میں شیخ جمال تلہتی مذکور ہے جو قرینِ صواب نہیں[1]۔ مولانا کا خاندان علم و دانش میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ آپ کے بزرگوں میں سے ایک شیخ حاجی مہدی ہوئے ہیں، جو اپنے وقت کے ممتاز صوفی اور روحانی پیشوا تھے۔ بدایونی نے انھیں لاہور کے اعیانِ مشائخ میں شمار کیا ہے۔ (مولانا جمال تلہ کہ محلہ ایست مشہور در لاہور، خویش حاجی مہدی است کہ از اعیان مشائخ بود[2])

یہ بات بڑی تکلیف دہ اور افسوسناک ہے کہ ہمارے تذکرہ نگاروں نے اعیان و اعلام کی تاریخ وفات اور تاریخ پیدائش معلوم کرنے یا ذکر کرنے کی کبھی تکلیف گوارا نہیں کی۔ ملا عبدالقادر بدایونی جو مولانا جمال کا معاصر بھی تھا اور وہ عہدِ اکبری میں لاہور میں بھی آیا تھا مگر اس نے بھی ان کی تاریخِ پیدائش وغیرہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا بلکہ صرف یہ کہہ کر بات ختم کر دی ہے کہ منتخب التواریخ کی تصنیف کے وقت ان کی عمر پچاس اور ساٹھ برس کے درمیان ہے (سن شریفِ او حالا مابین پنجاہ و شصت است)[3] بہرحال بدایونی کے اس بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا جمال دسویں صدی ہجری اور سولھویں صدی عیسوی کے نصف اول یعنی تقریباً ۹۴۹ھ (۱۵۴۱ء) میں پیدا ہوئے ہوں گے کیونکہ بدایونی نے اپنی یہ کتاب ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء میں لکھنا شروع کی تھی اور ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۶ء

---

[1] مرآۃ العالم ص ۵۳۲، منتخب التواریخ ۳ : ۱۰۵، نزہۃ الخواطر ۵ : ۱۱۶

[2] منتخب التواریخ ۳ : ۱۰۵ [3] ایضاً۔

میں مکمل کرلی تھی۔ اس کے اس بیان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہ بوقت تصنیف مولانا کا سنِ شریف پچاس اور ساٹھ سال کے درمیان ہے۔ اگر اس اندازے کا اوسط یعنی پچپن سال کا عرصہ کتاب کے سالِ تکمیل میں سے نکال دیا جائے تو یہی تاریخ پیدائش بنتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہندی علما کے تذکروں اور کتب تاریخ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا جمال الدین محمد لاہوری نے تحصیل علم کے لیے کوئی سفر اختیار نہیں کیا تھا بلکہ لاہور شہر میں ہی اپنے زمانے کے فضلا سے کسب فیض کا آغاز کیا اور علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ اس زمانے میں شیخ اسحاق بن کاکو رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ لاہور میں اہل طلب اور تشنگان علم کی سیرابی و تشفی کا مرکز بنی ہوئی تھی، جہاں خود شیخ اسحاق کے علاوہ شیخ سعد اللہ بنی اسرائیلی اور مولانا اسماعیل بن عبداللہ اُچی ثم لاہوری بھی درس و تدریس میں مشغول تھے، چنانچہ مولانا جمال الدین تلوی بھی شیخ اسحاق کی اس درس گاہ میں پہنچے اور ان بزرگوں سے علوم متداولہ کا درس لینا شروع کیا[۱]۔ مولانا عبدالحی لکھنوی[۲] کے قول کے مطابق شیخ جمال الدین نے ان تین بزرگوں کی خدمت میں ایک طویل مدت گزاری اور عربی زبان کے مختلف علوم و فنون میں مہارتِ تامہ حاصل کرلی۔

مولانا عبدالحی لکھنوی نے شیخ جمال الدین لاہوری کے ایک اور استاذ کا بھی ذکر کیا ہے اور اُن کا نام شیخ اسماعیل بن ابدال جیلانی لاہوری بتایا ہے۔ انھوں نے نزہۃ الخواطر میں دو ایسے بزرگوں کا ذکر کیا ہے، جن کا نام اسماعیل لاہوری ہے۔ ان میں سے ایک تو یہی موخرالذکر بزرگ ہیں، جن کا سلسلۂ نسب یوں لکھا ہے:۔ شیخ اسماعیل بن ابدال بن نصر بن محمد بن موسیٰ بن عبدالجبار بن ابی صالح بن عبدالرزاق بن عبدالقادر جیلانی لاہوری پھر تذکرۃ الکملا کے حوالے سے بتایا ہے کہ شیخ اسماعیل لاہوری مذکور دارالسلطنت دہلی میں آئے اور ایک مدت تک وہاں مقیم رہے۔ پھر تھنبور چلے گئے۔ جہاں ۹۹۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ شیخ مذکور سے مولانا جمال الدین لاہوری کے علاوہ شیخ محمد بن الحسن جونپوری اور شیخ عبدالملک بن عبدالغفور پانی پتی نے بھی استفادہ کیا۔ اس نام اور نسبت کے ساتھ مولانا نے جس دوسرے بزرگ کا تذکرہ کیا ہے، وہ ہیں شیخ اسماعیل بن عبداللہ بن محمد اُچی ثم لاہوری اور بتایا ہے کہ یہ بھی موخرالذکر کی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسل میں سے تھے۔ ولادت اُچ شریف میں ہوئی اور وہیں اپنے والد سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد عہد اکبری میں لاہور آگئے جہاں اکبر نے انھیں ایک ہزار

[۱] ... [۲] ۵ ، ۳ ۔ اگلے صفحے پر

بیگھا خراجی رہین عطا کی۔ عجیب بات یہ ہے کہ اُن کی وفات لاہور ہی میں ۹۷۸ ھ بتائی ہے حالانکہ اکبر لاہور میں اس وقت نہیں آیا تھا۔ اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ جمال الدین لاہوری کے تذکرے کے ضمن میں شیخ اسماعیل اچی ثم لاہوری کی ولدیت ابدال بتائی ہے[۱۰]۔ راقم کا خیال یہ ہے کہ تذکرہ نگاروں کی ستم ظریفی نے ایک ہی شخصیت کے دو اشخاص بنا دیے ہیں اور اس سلسلے میں تفصیلی بحث مولانا اسماعیل اچی ثم لاہوری کے تذکرے میں آئے گی، انشاء اللہ۔

مولانا جمال الدین محمد لاہوری کی تمام عمر افادہ و استفادہ میں بسر ہوئی اور وہ تعلیم سے فارغ ہو کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ مولوی رحمان علی[۵] انھیں ممتاز عالم دین اور جمیع علوم و فنون کے جامع ایسے القاب سے یاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "اکبر بادشاہ کے زمانے میں لاہور کے مدرسہ میں مدرس تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ آٹھ سال کی عمر سے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور معقول و منقول کے مشکل سے مشکل مباحث اپنے شاگردوں کو بڑی آسانی کے ساتھ سمجھا دیا کرتے تھے۔" اسی طرح بختاور خاں[۶] مولانا کے علم و فضل کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں فاضل مدقق اور صاحب کمالات علمی قرار دیتا ہے۔ ملا عبدالقادر بدایونی[۷] مولانا کو "علم العلمائے وقت" قرار دیتے ہوئے یوں خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ "جوہری است در کمال قابلیت و حدتِ طبع و جامع جمیع اقسام علوم عقلی و نقلی، می گویند کہ از ہشت سالگی باز بافادہ مشغول است، و خوش تقریر و منقح کمالی، چنانچہ مباحث دقیقہ معقول و منقول بآسانی خاطر نشان شاگردی سازد، و مشفق است و صاحب صلاح و تقویٰ، و حافظ است و متخلق باخلاق حمیدہ۔"

مولانا عبدالحی لکھنوی[۸] نے لکھا ہے کہ وہ اپنے علم و فضل اور شفقت و مودت کے باعث خاص و عام کے نزدیک یکساں مقبول و محترم تھے۔ لاہور میں عمر بھر مسند تدریس کی صدارت پر متمکن رہے، مولانا

---

[۱] منتخب التواریخ ۳ : ۱۰۵، مرآۃ العالم ص ۵۳۲، تذکرہ علمائے ہند ص ۱۵۲، نزہۃ الخواطر ۵ : ۱۱۶

[۲] نزہۃ الخواطر ۵ : ۱۱۶ [۳] نزہۃ الخواطر ۴ : ۳۶ و ۳۷ [۴] نزہۃ الخواطر ۵ : ۱۱۶

[۵] تذکرہ علمائے ہند ص ۱۵۲، [۶] مرآۃ العالم ص ۵۳۲ [۷] منتخب التواریخ ۳ : ۱۰۵

[۸] نزہۃ الخواطر ۵ : ۱۱۶

کہتے ہیں: "لم یدرک شأوہ احد من معاصریہ فی الدرس والافادۃ" (درس و تدریس کو ہم عصر ان کا ہم پلّہ نہ تھا)۔

شیخ جمال الدین لاہوری کے علم و فضل اور علوِ مرتبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فیضی نے اپنی بے نقط تفسیر سواطع الالہام کی تصنیف و ترتیب میں ان سے مدد لی اور کئی مقامات پر مولانا نے فیضی کی عبارات کی اصلاح کی اور ان میں ربط پیدا کیا۔ چنانچہ ملا بدایونی[9] لکھتے ہیں: "تفسیر شیخ فیضی را اکثری او اصلاح دادہ در مربوط ساختہ"۔ مولانا جمال الدین لاہوری کے کسی شاعر نے ان کی تعریف میں کچھ شعر کہے ہیں جن میں سے ایک بیت تو زبان زد خلائق تھا اور اُسے بدایونی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے[10]:

چیست بحث علم اگر تا فرق فرقد می رود
ذکر مولانا جمال الدین محمد می رود

مولانا کو تصوف و طریقت سے بھی گہرا شغف تھا اور شیخ لاہور مولانا ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے انھیں بہت عقیدت تھی۔ بقول بختاور خان[11]: "با وجود کمالات علمی مشربی عالی از فقر داشت و اعتقاد او بحضرت قدوۃ المشائخ شیخ علی ہجویری ؒ بمرتبہ بود کہ زیادہ ازاں متصور نباشد، ہر روز تا دوازدہ سال بزیارت مرقد منورش می رفت اگرچہ بادو باراں می شد"۔

حضرت داتا صاحب ؒ کے ساتھ دلی عقیدت و خلوص کے نتیجے میں مولانا جمال الدین کو کئی ایک ما فوق العادۃ واقعات بھی پیش آئے جن کا تفصیلی ذکر بختاور خاں کی کتاب مرآۃ العالم میں موجود ہے۔

---

۹ منتخب التواریخ ۳ : ۱۰۵

۱۰ ایضاً

۱۱ مرآۃ العالم ص ۵۳۲